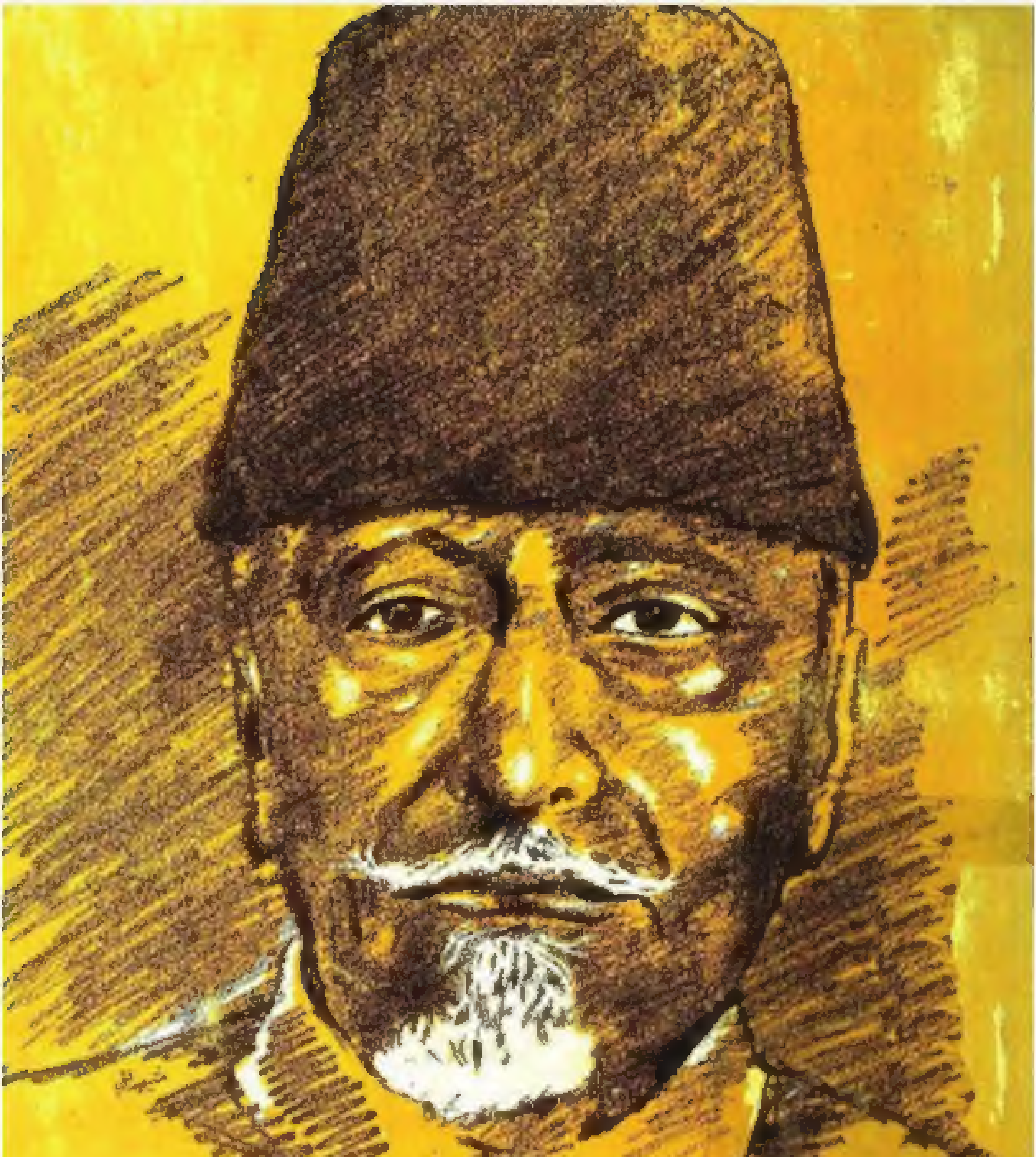

افاداتِ آزاد

ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہانپوری

افاداتِ آزاد

(مذہبی اور ادبی استفسارات کے جوابات)

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

ادارہ
تصنیف و تحقیق
پاکستان ۱۸-۸۶، کراچی ۳۲

جملہ حقوق محفوظ

کتاب:
افاداتِ آزاد (مذہبی اور ادبی استفسارات کے جوابات)
مؤلف:
ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

اشاعت اول: ۲۲ فروری ۱۹۸۴ء
قیمت: ۲۵ روپے

طابع

ناشر
ادارہ
تصنیف و تحقیق
پاکستان ۱۸-۸۶، کراچی ۳۲

ملنے کے پتے — (۱)
مکتبہ شاہد
علی گڑھ کالونی، کراچی ۳۱
(۲)
پاک اکیڈمی بک سیلرز، پبلشرز
۲۲- جامع مسجد باب الاسلام، آرام باغ کراچی

فہرست

حرفِ ناگزیر	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	۴
دیباچہ	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	۵
مقدمہ	محمد اجمل خان	۱۰
حصہ اول (دینی):		۱۵
ایمان و عقائد		۱۶
عبادات		۲۴
نکاح و طلاق		۳۳
قرآن و حدیث		۴۰
فقہ		۵۴
مسائل جدیدہ		۶۵
تصوف		۶۸
تعلیم و اصلاح		۸۱
رسوم		۸۵
قادیانیت		۸۹
متفرقات		۹۲
حصہ دوم (ادبی):		۱۰۳
خطوط و جوابات بہ ترتیب تاریخی		
ضمیمہ:		۱۸۰
نامۂ غالب، نام خداداد خاں و ولی داد خاں		

حرفِ ناگزیر

مولانا ابوالکلام آزاد کے ملفوظات اور استفسارات کے جوابات کا یہ مجموعہ ۱۹۶۸ء میں مرتب ہو گیا تھا۔ مولانا غلام رسول مہر نے اس پر نظرِ ثانی فرما کر اس کے پیش لفظ اور حواشی کی اصلاح بھی فرما دی تھی اور پروفیسر محمد اجمل خان نے مقدمہ کی شمولیت کی اجازت بھی دے دی تھی۔ یہ مقدمہ خاکسار نے ملفوظات آزاد، مولانا آزاد کے نام ادبی خطوط و جوابات آزاد اور آج کل دہلی کے آزاد نمبر ۱۹۵۸ء میں مولانا آزاد کے خطوط و جوابات کے سلسلے میں اجمل خان صاحب کے مضمون سے ضروری مطالب اخذ کر کے ایک مربوط تحریر کی شکل میں مرتب کر لیا تھا اور اس کی ایک نقل اجمل خان صاحب کی خدمت میں بھیج دی تھی اور ساتھ ہی افادات کے دیباچے کی نقل بھی روانہ کر دی تھی۔ خان صاحب خاکسار کی محنت کا اندازہ کر کے خوش ہوئے تھے اور افادات کے ساتھ یہ تحریر بطور مقدمہ شامل کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

اس کے بعد اس کی اشاعت کا مرحلہ درپیش تھا۔ برادر محترم شورش کاشمیری نے اسے شائع کرنے کا عزم فرمایا تھا اور ۱۹۷۰ء کے سفر لاہور کے موقع پر افادات کا مسودہ ان کے حوالے کر دیا لیکن افسوس کہ شورش صاحب کے انتقال نے وہ بساط الٹ دی،

آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند

افادات کی اشاعت میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ کچھ عرصے کے بعد جب افادات کے مسودے کی جستجو ہوئی تو پتا چلا کہ اس قسم کی کوئی چیز مرحوم کے کتب خانے یا دفتر چٹان میں موجود نہیں۔ اس کے ضیاع کا جو اثر طبیعت پر ہوا بیان سے باہر ہے لیکن کیا کیا جا سکتا تھا۔ جن خطوط اور کاغذات سے یہ مجموعہ مرتب کیا گیا تھا، وہ بھی کبھی ایک جگہ نہ تھے۔ لیکن الحمد للہ کہ محنت شاقہ کے بعد مجموعہ دوبارہ تیار کر لیا گیا۔

افسوس کہ آج جب یہ مجموعۂ افادات شائع کیا جا رہا ہے، حضرت مولانا غلام رسول مہر، پروفیسر محمد اجمل خان اور آغا شورش کاشمیری اس دنیا میں موجود نہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ اخلاف کے نیک کاموں سے اسلاف کی روحیں مسرور ہوتی ہیں اور کون ہے جو کائنات کے سب سے سچے انسان کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی اس بات میں شک کرے، تو مجھے یقین ہے کہ افادات آزاد کی اشاعت سے ان بزرگوں کی روحیں تسکین پائیں گی اور مولانا آزاد کے عقیدت مند اور شائقین علم و ادب کے لیے بھی اس کی اشاعت خوشی کا موجب ہوگی۔

خاکسار

ابو سلمان شاہجہانپوری

۱۶ جنوری ۱۹۸۳ء

تھا۔ مثلاً محمد مسلم (دہلی)، محمد اکبر (میاں چنوں)۔

ج:۔ بعض حضرات نے معذرت کی کہ مولاناؒ کے خطوط ان کے پاس محفوظ نہیں رہے مثلاً اکرام الحق خان (سہسرام)، عبدالسلام (امروہہ ضلع مراد آباد) انعام اللہ خان سالاری (چین)، بلوچستان)، ابومسعود بنارسی (چندوسی ضلع مراد آباد) لالہ پنڈی داس (دہلی)

د:۔ متعدد حضرات کے نام بھیجے ہوئے خطوط واپس آ گئے۔ اس لیے کہ جن مقامات سے ان حضرات نے مولاناؒ کو خطوط لکھے تھے شاید اب وہ وہاں موجود نہیں مثلاً محمد ابراہیم افریقی، محمد ایوب، محمد عبدالسلام، اسمٰعیل آدم بہاؤالدین احمد، حسن عابدی۔

ہ:۔ بعض حضرات کا انتقال ہو چکا ہے اور ان کے اخلاف کا پتہ نہیں چل سکا۔

و:۔ بعض حضرات سے واقف ہوں، ان کے پتے معلوم ہیں اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ میری گزارش ان تک نہ پہنچی ہو لیکن ان کے جواب سے محروم رہا۔

ز:۔ متعدد حضرات کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا کہ آیا میرے خطوط ان تک نہیں پہنچ سکے یا کسی وجہ سے انہوں نے جواب دینا مناسب خیال نہ کیا یا کوئی اور امر مانع ہوا۔

ح:۔ بعض حضرات کے مکمل پتے درج نہیں تھے اس لیے ان تک جستجو کے قدم پہنچنے کی کوئی راہ پیدا نہ ہو سکی۔

ط:۔ کئی حضرات ایسے ہیں جن کے نام مولاناؒ کے خطوط ہیں۔ انہوں نے ازراہِ کرم خطوط مہیا فرما دینے کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن خطوط مل نہ سکے۔ معین الدین پیرزادہ چشتی نظامی، محمد مقتدیٰ خان شیروانی وغیرہ نیز مولانا عبدالماجد دریابادی سے بعض خطوط ملنے کی توقع تھی۔

اس تفصیل کا مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ مولاناؒ کے خطوط حاصل کرنے میں حتی المقدور کوتاہی نہیں کی گئی۔ ایک حد تک ناکامی کا اندیشہ پہلے سے تھا کیونکہ کاوش و جستجو کے لیے کم و بیش دس برس بعد قدم اٹھایا گیا تھا۔ تاہم جتنی بھی کامیابی ہوئی اسے اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص ہی سمجھنا چاہیے۔

جن حضرات کے نام مولاناؒ کے اصل جوابات یا ان کی صحیح نقلیں فراہم ہو گئیں ان کی تصحیح فراہم شدہ جوابات کے مطابق کر دی گئی اور جن حضرات کے نام مولاناؒ کے جواب دستیاب نہیں ہوئے ان کی تصحیح میں خان محمد اجمل خان کی یادداشتوں پر اعتماد کرنا پڑا اور اس میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔

اس مجموعے کی ترتیب میں مندرجہ ذیل امور کا خیال خاص طور پر رکھا گیا۔ تاکہ اس کی افادی حیثیت زیادہ سے زیادہ بہتر ہو سکے۔

الف:۔ جہاں تک ممکن ہو سکا مکاتیب مختلف عنوانوں کے تحت ترتیب دیئے گئے اس طرح ایک موضوع سے متعلق مکاتیب یکجا ہو گئے ہیں۔

ب:۔ یہ مجموعہ دینی و ادبی، دو حصوں پر مشتمل ہے اور دونوں حصوں کے شروع میں موضوع وار یا مکتوب الیہم کی فہرست [redacted] ہے جس سے کسی چیز کی تلاش میں آسانی پیدا ہو گئی ہے۔

ج:۔ بعض حضرات کے نام مولاناؒ کے کئی خط تھے لیکن وہ دونوں مجموعوں میں یا ایک میں منتشر تھے۔ انہیں ایک جگہ کر دیا گیا ہے اور اگر کوئی خط کسی خاص عنوان کے تحت شامل کرنا ضروری معلوم ہوا تو اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔

د:۔ حصہ دوم میں چونکہ موضوع وار ترتیب ممکن نہ تھی۔ اس لیے انہیں تاریخی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے۔

ہ:۔ مولاناؒ کے کسی جواب میں اگر بظاہر کوئی اشکال نظر آیا تو اسے حتی الامکان دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس مجموعے کی خصوصیت صرف اتنی ہی نہیں کہ ملفوظات و جوابات نئی ترتیب اور متن کی حتی الامکان صحت کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں۔ بلکہ اس میں متعدد مسائلِ دینیہ کے بارے میں مولانا کے ایسے جوابات بھی شامل ہیں جو مذکورہ دونوں مجموعوں میں نہیں ہیں۔

محمد اجمل خان نے مولاناؒ کے نام چند خطوط اور ان کے جوابات "آج کل" دہلی کے آزاد نمبر میں شائع کرائے تھے۔ سوئے اتفاق سے یہ خطوط و جوابات ان دونوں مجموعوں میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔ پیشِ نظر مجموعے میں انہیں بھی شامل کر لیا ہے۔

ان کے علاوہ بعض مسائل وغیرہ کی نسبت مولاناؒ کے جو ارشادات کسی اخبار یا رسالے وغیرہ میں کبھی چھپ چکے تھے انہیں بھی ان کی اہمیت اور موضوع کتاب سے مناسبت کی بنا پر اس مجموعے میں شامل کر لیا ہے۔ مولاناؒ کے یہ ارشادات بیمہ زندگی، یتیم پوتے کی وراثت، ضبطِ تولید، قربۂ کبیرہ، مصلوٰۃ فقہ اور قیام صلوٰۃ جمعہ، لونڈیوں کے ساتھ نکاح وغیرہ مسائل کے متعلق ہیں۔

تمام خطوط پر حواشی لکھے گئے ہیں یا تمہیدی عبارتیں ہیں تاکہ سوالات کی نوعیت بخوبی واضح ہو جائے۔ اس کے بغیر جوابات کے مختلف گوشے پوری طرح آشکارا نہیں ہو سکتے تھے۔

اس مجموعے سے بعض ایسے جوابات خارج کر دیے ہیں جو مولاناؒ کی جانب سے نہیں تھے۔

اس اہتمام تصحیح اور ترتیب و توضیح کے علاوہ بھی پیش نظر مجموعے کی چند خصوصیات قابل توجہ ہیں مثلاً

الف :- چند خطوط کے سوا تمام خطوط ایسے ہیں جو کسی دوسرے مجموعۂ مکاتیب میں شامل نہیں

ب :- مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبدالماجد دریابادی وغیرہ کے نام مولانا کے مکاتیب شائع ہو چکے ہیں لیکن اس مجموعے میں بعض ایسے خطوط شامل ہیں جو اس سے پہلے دستیاب نہیں ہوئے تھے۔

ج :- ڈاکٹر سید محمود، ظفر حسن خان، پرشوتم داس ٹنڈن، سر تیج بہادر سپرو، پنڈت سندر لال، سید ذوالفقار علی بخاری وغیرہ کے نام مولانا کے خطوط پہلی مرتبہ منظر عام پر آئے ہیں۔

د :- یہ مجموعہ پہلی اشاعتوں سے ضخامت میں ممکن ہے کچھ کم ہو لیکن افادیت یا اہمیت کے نقطۂ نگاہ سے اس کی حیثیت محتاج بیان نہیں۔

ہ :- ملفوظات و جوابات کے مقابلے میں اس مجموعے میں نہایت گراں قدر اضافے ہیں۔

اگرچہ اس مجموعے کا بیشتر مواد ملفوظات و جوابات سے ماخوذ ہے لیکن جہاں تک ترتیب اور دیگر خصوصیات کا تعلق ہے یہ بالکل ایک نئی چیز ہے۔

ابو سلمان شاہجہان پوری

محمد اجمل خان
پرائیویٹ سکریٹری حضرت مولانا آزادؒ

مقدمہ

۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک دس گیارہ سال کی مدت میں برصغیر پاک و ہند کا اہم تاریخی اور ہنگامہ خیز دور تھا۔ برصغیر میں برٹش حکومت کے قیام کے بعد جب ۱۹۳۷ء میں پہلی بار ملکی صوبائی حکومتوں کا قیام عمل میں آیا اور بعض صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں بنیں تو ان کی نگرانی کے لیے ایک کانگریس پارلیمنٹری بورڈ بھی قائم کیا گیا۔ اس کے تین ارکان میں سے ایک رکن مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔

مولانا کے سکریٹری کی حیثیت سے اس تاریخی دور کے روز و شب اور سفر و حضر میں مجھے ان کی معیت کا شرف حاصل رہا۔ مولانا اس زمانے میں انتہائی مصروف رہتے تھے۔ سیاسی سرگرمیوں سے انہیں دم لینے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ کبھی مختلف پارٹیوں کے لیے بیانات، کبھی وزارتوں اور سیاسی کارکنوں کو ہدایات، کبھی ملک اور بیرون ملک کے سیاسی رہنماؤں اور وفود سے ملاقاتیں، کبھی دینی اور سماجی مسئلوں سے باتیں، یعنی زندگی کیا تھی ایک طوفان تھی۔

اس زمانے کے ہنگاموں میں مولانا کے ساتھ رہنے میں ایک ایسا سرور و کیف تھا جو وہی لوگ جان سکتے ہیں جو خود ایسے انقلابی دور سے گزرے ہوں۔ اس زمانے کے مختلف واقعات کو میں باقاعدہ کتابی صورت دینا چاہتا تھا اور اس کتاب کا نام میں نے "از پس پردہ" رکھا تھا۔ اس کتاب میں ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے حالات مختلف افراد اور جماعتوں کی قلمی تصویریں اور ایسے دلچسپ واقعات و حادثات تھے جو ایک ہم عصر و ہم جلیس ہی لکھ سکتا ہے۔ عام زندگی کی رنگینیوں کا بھی اس میں ذکر تھا اور سنجیدہ صحبتوں اور علمی مجلسوں کا حال بھی تھا۔ یہ طلسم ہوشربا کی جلد ہشتم تحریری شکل میں موجود تھی کہ ملک تقسیم ہو گیا۔

میں اس وقت لودھی روڈ پر مقیم تھا۔ آزادی کی خوشی میں ترنگا جھنڈا میرے مکان پر لہرا رہا تھا کہ ٹھیک بیس دن بعد ۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ننگی تلواریں لیے ہوئے

اور کھانے پینے میں خرچ کرنا کسی طرح بھی مستحسن نہیں ہے اگر اس طرح کا جلسہ کرنا ہے تو اس کے لیے مٹھائی اور کھانوں کا اہتمام کرنا کیوں ضروری سمجھا جائے جس طرح وعظ کے جلسے ہوتے ہیں اسی طرح اسے بھی ایک جلسہ تصور کیا جائے۔

بہر حال یہ یاد رکھیے کہ یہ کوئی شرعی عمل نہیں ہے۔ صدر اول میں اس طرح کے مولود کے جلسوں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ چوتھی صدی ہجری سے بعض بادشاہوں نے اسے شروع کیا اس کو ایک عام مستحسن فعل سمجھ کر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خرچ اور اہتمام کی جو حالت آپ نے لکھی ہے وہ نہایت درجہ قابل اعتراض ہے اور اسراف بے جا میں داخل ہے۔

(امین سلونوی، لکھنؤ)

(امین صاحب نے یوم میلاد النبی کو "عید میلاد" لکھا تھا اور مولانا سے یوم میلاد کی تقریب میں شرکت کی درخواست کی تھی۔ ۲۰ اکتوبر ۵۵ء)

اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں اسے یوم میلاد النبیؐ کہیے۔

(ایس حبیب اللہ، کوآتھ ضلع شاہ آباد، بہار)

(کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے جو میلاد شریف میں قیام و سلام کا منکر ہو اور میلاد کو جشن کنہیا سے تشبیہ دیتا ہو؟ ۱۶ ستمبر ۵۶ء)

میلاد النبی صلی اللہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کا خیر القرون میں وجود نہیں تھا۔ بعد کو اس کا احداث ہوا۔ اس لیے اگر ایک شخص اس خاص ہیئت کی مجلس کو مناسب نہیں سمجھتا تو اس پر ملامت نہیں کر سکتے اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کو آنحضرتؐ کے ذکر سے اور فضائل کے بیان سے انکار نہیں ہے۔ اس خاص ہیئت سے انکار ہے جو ان مجالس نے اختیار کر لی ہے۔

قادیانیت

* جیل میں مطالعہ
* وکیل (امرتسر) کا نوٹ
* سالک مرحوم کی غلط فہمی

مولانا عبدالماجد دریابادی (دریاباد ضلع بارہ بنکی)

جناب محترم! تسلیم،

مولانا کو نسخہ مرسلہ پہنچ گیا۔ غالباً مولوی ابوالحسن علی صاحب نے صدقِ جدید ۲۶ جنوری کا پرچہ بھی دیکھا ہے اس کے آخری صفحہ میں ابوالمجاہد احمدیہ (ربوہ) کی تقریر سے یہ خبر نقل کی گئی ہے کہ مولانا ابوالکلام صاحب جب جیل میں تھے تو حکومت نے انہیں صرف ایک اخبار منگانے کی اجازت دی۔ انہوں نے الفضل کے متعلق کہا کہ میرے لیے الفضل منگانے کا انتظام کیا جائے۔ "یہ پڑھ کر میں نے مولانا سے حقیقت حال دریافت کی انہوں نے فرمایا کہ عمر بھر میں کبھی ایسے اخبار کا جس کا نام الفضل ہو پڑھنے والا نہیں رہا ہوں" اور روایت قطعی طور سے غلط ہے کہ جیل میں انہیں صرف ایک اخبار منگانے کی اجازت دی گئی۔ مولانا نے فرمایا جب میں احمد نگر میں نظر بند تھا تو ۲ انگریزی روزانہ اخبار میرے پاس آتے تھے۔ علی پور سنٹرل جیل کلکتہ میں گورنمنٹ کی طرف سے "اسٹیٹسمین" بھیجا جاتا تھا۔ امرت بازار پتریکا اور [illegible] میں خود منگواتا تھا مگر [illegible] میں ابتدا میں بندش رہی۔ اس کے بعد جب بندش دور ہو گئی تو جتنے اخبار ہم چاہتے تھے وہ برابر ہمارے پاس آتے تھے۔ علاوہ بریں جیل میں مطالعے کے لیے ضرورت ہوتی ہے کہ روزانہ اخبارات کا مطالعہ کیا جائے [illegible] ہفتہ وار یا ماہوار مذہبی رسالے کے منگانے کا [illegible] الفضل [illegible] آخر میں یہ کہ ایک صاحب جنہیں آپ اپنی جماعت کا امیر قرار دیتے ہیں ایسی غلط اور بے سروپا بات اپنی تقریر میں کہتے ہیں۔

محمد اجمل خاں

سلہ مولانا دریابادی نے اپنی تصنیف [illegible] کی خدمت میں بھیجا تھا [illegible] بابت ۲۸ دسمبر [illegible] بعض فقرے [illegible] الفضل [illegible] صدق جدید نے نقل کی تھی اس بیان کا آخری جملہ یہ تھا،

"[illegible] الفضل [illegible]"

"[illegible] صدق جدید

لکھنؤ ۲۶ جنوری ۱۹۵۶ء ص ۳۰۸)

[illegible]

مولانا غلام رسول مہر (لاہور)

(مولانا عبدالمجید سالک کی کتاب "یارانِ کہن" مکتبہ چٹان سے شائع ہوئی تھی۔ اس میں مولانا کے تذکرے میں بعض غلط واقعات سالک صاحب کے قلم سے نکل گئے تھے۔ خط میں اسی طرف اشارہ ہے۔)

۴۔ کنگ ایڈورڈ روڈ۔ نئی دہلی

۳ فروری ۱۹۵۶ء

برادرم محترم! تسلیم

میں آپ کے گزشتہ خط کا جواب دے چکا ہوں۔ حضرت مولانا ان دنوں بہت مصروف ہیں۔ پھر ادھر کانگریس میں جانا ہے۔ اس کے بعد پارلیمنٹ شروع ہے۔ غرض کہ مصروفیت ہی مصروفیت ہے جونہی وہ کچھ لکھ دیں گے آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔

ضرورت تحریر یہ ہے کہ مولوی عبدالمجید سالک صاحب نے کوئی کتاب "یارانِ کہن" لکھی ہے جس میں بعض بے بنیاد باتیں مولانا کے متعلق درج ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کی کتب سے بہت متاثر ہوئے یا جنازہ کے ساتھ قادیان گئے وغیرہ[1]

دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ خود سالک صاحب اس کی تردید کر دیں اور "وکیل" میں مرزا غلام احمد کی وفات[2] پر جو مقالہ افتتاحیہ چھپا تھا وہ منشی عبدالمجید کپور تھلوی کا لکھا ہوا تھا مولانا کا اس اداریہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

"سیرت رسول عربی"[3] کی رسید ابھی نہیں آئی امید کہ پہنچ گئی ہوگی اور آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ ممنون ہوں گا اگر اس خط کی رسید آپ بھیج دیں۔

نیاز مند

محمد اجمل خاں

---

(۱) اشارہ مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت و مسیح موعود کی جانب ہے۔

(۲) مولانا مہر صاحب نے اس خط کا ضروری حصہ ہفت روزہ چٹان میں شائع کر دیا تھا اور مولانا عبدالمجید سالک مرحوم نے اپنی غلط فہمی کا اعتراف کر لیا تھا اسی سلسلے میں سالک صاحب نے ایڈیٹر چٹان شورش کاشمیری کو جو خط لکھا اور اجمل خاں صاحب کے نام کا جو خط اشاعت کے لیے بھیجا تھا اسے چٹان مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۵۶ء کے حوالے سے آگے نقل کیا جاتا ہے۔

(۳) اجمل خاں صاحب نے ایک کتاب مرتب کی تھی اس کی جانب اشارہ ہے۔

مکتوباتِ سالک

(۱)

بنام شورش کاشمیری (ایڈیٹر چٹان لاہور)

مسلم ٹاؤن۔ لاہور

۱۳/ فروری ۱۹۵۶ء

مخدوم و مکرم حضرت آغا صاحب۔ السلام علیکم

میں نے کل مولوی اجمل خاں صاحب پرائیویٹ سکریٹری مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمت میں ایک مکتوب بھیجا ہے جس کی نقل آپ کو بھیجتا ہوں۔ ازراہ کرم چٹان کے آئندہ پرچے میں درج کر دیجیے۔

میں نے محض چند باتیں جو میرے حافظے میں محفوظ تھیں بے تکلف لکھ دی تھیں ورنہ احمدیت کی حمایت یا احمدیت کی طرف مولانا کے رجحان کا اظہار اشارۃً بھی مقصود نہ تھا۔ بہرحال اس مختصر مکتوب کی اشاعت کے بعد یہ قصہ ختم ہو جانا چاہیے۔ والسلام

سالک

۲

بنام اجمل خاں صاحب

مکرم و محترم اجمل صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے آپ کے ایک مکتوب کا اقتباس "چٹان" میں پڑھ کر بے حد صدمہ ہوا۔ اس لیے کہ حضرت مولانا کی خدمت اقدس میں مجھے جو والہانہ نیاز حاصل ہے وہ چالیس اکتالیس سال کی اس طویل مدت میں ایک لمحے کے لیے بھی حضرت کے ساتھ میری عقیدت کبھی کم نہیں ہوئی اور انشاءاللہ تادم مرگ میرے اس جذبے میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ مذکورہ مکتوب سے مجھ پر حضرت مولانا کی شان میں غلط بیانی کا الزام عائد ہوتا ہے جو میرے لیے سخت کرب و اذیت کا باعث ہوا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے انتقال پر ۴۸ برس گزر چکے ہیں۔ احمدیوں نے سینکڑوں دفعہ اس شذرے کو جو مرزا صاحب کے انتقال پر "وکیل" (امرتسر) میں چھپا تھا شائع کر کے فائدہ اٹھایا ہے لیکن نصف صدی کے اس عرصے میں مولانا کی طرف سے کبھی یہ ارشاد نہ ہوا کہ یہ شذرہ آپ کا لکھا ہوا نہ تھا (۱)۔ اور چونکہ حضرت مولانا اس زمانے میں "وکیل" کے مدیر تھے اس لیے اخبار نویسوں کے نزدیک اس کے مندرجات کی مسئولیت بھی آپ ہی پر ہے (۲)

---

(۱) جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ قادیانیوں نے یا ان کے اخبار نے جو کچھ لکھا وہ مولانا کی نظر سے گزرا تھا یا کسی نے اس جانب توجہ بھی دلائی تھی اس وقت تک یہ شکایت نہیں کی جا سکتی کہ مولانا خاموش رہے۔ دراصل اس کی تردید کی قادیانی لٹریچر کا ایک خاص حصہ ہے اس لیے ضروری نہیں کہ باہر کی دنیا کو بھی اس کی ہر بات کا پتا چلے اور خوانین میں سے کوئی شخص مولانا سے اس بارے میں تحقیق کیوں کرنے لگا۔

(۲) اخبار نویسوں کے نزدیک کسی تحریر کی مسئولیت خواہ کسی پر ہو لیکن ایسی صورت میں کہ ایک شخص برملا اظہار و اعلان کر رہا ہے کہ فلاں تحریر اس کی نہیں ہے بلکہ فلاں صاحب کی ہے تو اسے بلا ردو کد تسلیم کر لینا چاہیے۔

اس کے علاوہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے احمدیوں نے ایک دو موقعوں پر بعض روادار اور ہمدرد احمدیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا کے متعلق لکھا ہے کہ مولانا نے مرزا صاحب کے انتقال پر ہم سے ہمدردی کا اظہار کیا اور جب مرزا صاحب کا جنازہ قادیان لے جایا جا رہا تھا تو مولانا ابوالکلام امرتسر سے بٹالہ تک اس کے ساتھ گئے تھے (۳)۔ ہو سکتا ہے کہ ان امور میں میرے حافظے نے میرا ساتھ نہ دیا ہو اور حضرت مولانا ہی کے وہ ارشادات درست ہوں جن کی بنا پر آپ نے شورش صاحب کو مکتوب لکھا۔ بہرحال مجھے "یارانِ کہن" میں بیان کردہ واقعات کی صحت پر اصرار نہیں ہے اور میں آپ کی تردید کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ میں دہلی کلاتھ مل کے مشاعرے میں ۲۵ فروری کو دہلی آ رہا ہوں۔ انشاءاللہ آستانۂ عالیہ پر حاضر ہو کر اعتذار پیش کروں گا۔ حضرت مولانا کی خدمت میں آداب نیاز

سالک

---

(۳) رواداری اور انسانی ہمدردی تو کوئی گناہ کی بات نہیں اس سے عقیدے کی کوئی صورت نہیں بدل جا سکتی۔ جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے پھر اگر اس رواداری اور ہمدردی کا راوی بھی قادیانی ہو تو اور بھی قابلِ اعتماد نہیں۔ یہ قادیانی امت کی پالیسی کے عین مطابق ہے کہ اپنے ہمدردوں کی ایک طویل فہرست پیش کی جائے پھر اگر یہ کسی درجے میں قابلِ توجہ ہو سکتی تھی تو سالک صاحب کے ان الفاظ نے کہ "جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے" اس روایت کو بھی شک کے درجے میں ڈال دیا۔ یہ بھی میرا خیال ہے کہ یہاں موقع رواداری اور ہمدردی احمدیوں کا نہیں غیر احمدیوں کا ہے

(۴) قادیانیوں نے مولانا کے متعلق کچھ بھی لکھا ہو اور آئندہ بھی لکھتے رہیں لیکن مولانا کی تردید کے بعد اس کی حیثیت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے

(۵) سالک صاحب مرحوم نے مولانا کی تردید کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تو حافظے کے ساتھ دینے یا نہ دینے کا امکان ہی خارج از بحث ہو جاتا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ قادیانیوں نے یقیناً یہی کیا ہو گا جو سالک صاحب کے قلم سے نکلا لیکن اگر وہ پورے یقین کے ساتھ لکھتے کہ مجھے ان کا پتا ہے میں نے بھی سنا ہے تب بھی مولانا کی تردید کے بعد وہ روایت قابلِ اعتماد نہ رہتی۔

شورش کاشمیری

۲۔ کنگ اڈورڈ روڈ۔ نئی دہلی

۱۴ اپریل ۵۶ء

برادرم شورش صاحب! تسلیم

حضرت مولانا کو بہت افسوس ہے کہ جو ایسے صاحب ہیں کہ جن کو وہ اپنا عزیز سمجھتے ہیں انہوں نے بلا قصد اپنے کو غلط فہمی کی اشاعت کا ذریعہ بنا دیا۔ سالک صاحب نے کتاب "یاران کہن" لکھی اور آپ نے اسے شائع کیا دو باتیں جو مولانا کی نسبت اس میں لکھی گئی ہیں قطعاً بے اصل ہیں"

ایک یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے انتقال پر مولانا نے کوئی نوٹ اخبار وکیل میں لکھا،

دوسرے یہ کہ ان کے جنازے کے ساتھ گئے۔

یہ دونوں باتیں یک قلم بے بنیاد ہیں۔ سالک صاحب نے اخبار میں تسلیم کر لیا ہے کہ یہ دونوں باتیں ناواقفیت میں ان کے قلم سے نکل گئیں۔ لیکن اخبار کے بیان سے کیا ہوتا ہے۔ کتاب فروخت ہو رہی ہے اور غلط فہمی پھیلتی جاتی ہے اس لیے وہ آپ سے توقع کرتے ہیں کہ ایک صفحہ چھاپ کر کتاب کے اندر لگا دیا جائے اور اس میں یہ بات صاف کر دی جائے کہ ناواقفیت کی وجہ سے یہ دونوں باتیں لکھی گئیں جو قطعاً غلط ہیں۔ مہربانی کر کے اس کا انتظام کیجیے اور صورت حال سے مطلع فرمائیے[1]۔ امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

راقم نیاز مند

محمد اجمل خاں

---

[1] مولانا کی ہدایت کے مطابق فوری طور پر ایک صفحہ چھاپ کر لگا دیا گیا اور چٹان کے ذریعے اعلان بھی کر دیا گیا تھا کہ جو حضرات کتاب خرید چکے ہیں وہ دفتر چٹان سے متعلقہ صفحہ منگوا لیں۔ دوسرے ایڈیشن میں مولانا کے حسب منشا ترمیم کر دی گئی تھی۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی (دہلی)

("یاران کہن" ہی کے سلسلے میں ایک خط قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کے توسط سے مولانا کی خدمت میں لکھا تھا۔ مولانا کی جانب سے یہ جواب حضرت سیوہاروی کی معرفت ہے۔ یکم فروری ۱۹۵۲ء)

جناب محترم! تسلیم،

حضرت مولانا کو یہ سن کر بے حد تعجب ہوا یہ باتیں غلط ہیں۔ مولانا اپنی زندگی کے کسی حصے میں مرزا غلام احمد کی تحریرات سے متاثر نہیں ہوئے نہ انہوں نے کوئی مضمون لکھا۔ اور نہ وہ جنازے کے ساتھ گئے۔ وکیل میں جو نوٹ نکلا تھا وہ کپور تھلہ کے ایک صاحب مسٹر عبد المجید کا تھا۔

مولانا کو خاص طور پر افسوس اس بات کا ہوا کہ سالک صاحب نے عجیب بے بنیاد بات لکھی ہے۔ آپ اسے شائع کر سکتے ہیں۔

محمد اجمل خاں

حکیم محمد دین مبلغ مرزائے قادیان (حیدرآباد دکن)

(حکیم صاحب نے دریافت کیا تھا کہ سنا ہے مرزا غلام احمد کے انتقال پر وکیل امرتسر میں ایڈیٹوریل آپ نے لکھا تھا! ۲۵ر جولائی ۵۲ء)

یہ غلط ہے۔ مولانا نے نہیں مسٹر عبد المجید کپور تھلہ کے ایک شخص تھے انہوں نے لکھا تھا مولانا کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اخبار اس کی تردید کر چکا ہے۔